ہندوستان کا پہلا مجدد اعظم (رحمۃ اللہ علیہ)

(از جناب مولانا ابو عبد الرحمٰن چشتی مچھلی شہری)

اللہ اللہ! کیا عجیب اور بابرکت ذات تھی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی! اور کیوں نہ ہوتی کہ آپ اولاد[1] میں تھے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سلسلہ[2] روحانی میں تھے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے بیعت[3] تھے خواجہ محمد نام ایک نقشبندی بزرگ سے [اور خود بھی نام مبارک احمد پایا تھا] اور آخر میں یہ کہ بیٹے[4] تھے "احد" کے ایک بندے (شیخ عبد الاحد) کے یہ چار مقدس سے مقدس تر اور بلند سے بلند تر نسبتیں جو آپ میں حسن اتفاق یا خدا کی دین" سے جمع ہو گئی تھیں بیکار نہیں گئیں اور نہ بیکار جا سکتی تھیں چنانچہ "احدیت" کی نسبت نے آپ کو اپنے زمانہ کا یکتا علامہ اور قطب (بلکہ خود مجدد صاحب کے الفاظ میں) "فرد" بنا دیا تھا"۔ احمدیت اور محمدیت کی نسبت نے آپ پر حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبۂ عالی مکشوف کر دیا اور اتباع سنت کا ایک بے نہایت جذبہ آپ کے اندر پیدا کر دیا تھا۔ نسبت "صدیقیت" نے جب اپنا پرتو آپ پر ڈالا تو آپ کو حضوری کے ذریعہ "معیّتِ حقتعالیٰ" اور عمل بالشریعت کے باعث گویا معیّت رسول صلعم" نصیب ہوئی [کہ صدیقیت کا مقام بلند بفحوائے آیاتِ "ان اللہ معنا" اور "والذین معہٗ" عبارت ہی انھیں دو معیتوں سے (رضی اللہ عنہ] مزید برآں پنج زمانہ کے فتنوں کے خلاف آپکی پوری زندگی قلمی اور لسانی "جہاد" ہی میں گزری۔ پھر نسبت "فاروقیت" کا فیض یہ ہوا کہ اس نے آپ کو از سرتاپا "اشدّاء علی الکفار" کا نمونہ بنا دیا۔ وذالك فضل اللہ یوتیہ من یشاء - پھر اتنا ہی نہیں قدرتِ حق نے آپ کو تین خصائص اور مزید عطا کئے تھے۔

(۱) آپ کے ذریعہ حقتعالیٰ نے ہندوستان میں مجدّدیت کا دروازہ کھولا اور آپ ہندوستان میں سب سے پہلے مجدد بنائے گئے [چنانچہ اب آپ کے بعد ہر صدی کے مجدد ہندوستان ہی کے علمائے ربانیین میں ہوتے رہے۔ گیارھویں صدی کے مجدد تو حضرت مجدد صاحبؒ ہی تھے بارھویں صدی کے حضرت شاہ ولی اللہ

صاحب دہلوی پھر تیرھویں صدی میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی اور اب چودھویں صدی میں حضرت حکیم الامت مجددؒ الملت قطب الارشاد فی العصر سراج السالکین اشرف العارفین حضرت مولانا و مقتدانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ و دامت برکاتہ دعمت فیوضہم) ورنہ آپ سے قبل کے مجددین، ہندوستان کے باہر کے علماء ہوتے تھے

(۲) ہجرت نبویہ کے بعد پہلے ہزار سال کا ایک دورہ تھا اور وہ مع اپنے حالات و خصوصیات کے گزر چکا جس وقت دوسرے ہزار سال کا نیا دورہ مع اپنے جدید حالات و خصوصیات کے شروع ہونیوالا تھا جو اپنے شر و فتن اور بدعات و منکرات کی مخصوص نوعیت کے لحاظ سے دورۂ اولی سے بالکل مختلف تھا اس دورہ کے آغاز میں حقتعالے نے آپکو پیدا کیا اور چونکہ اس دورۂ ثانیہ کی پہلی صدی گویا پورے دورہ کے فتن کثیرہ کا "اجمالی عنوان" ہونیوالی تھی اس لئے ضرورت تھی ایک ایسی ہی بڑی زبردست اور جامع ہستی کی جو اپنے حالات و کمالات اور ذات و صفات کے لحاظ سے اس پورے دورہ کے ضروری علوم و حقائق کا "اجمالی عنوان" ہو سکے اس کے لئے حقتعالی نے آپ کی ذات کو منتخب فرمایا تھا اور آپ کیلئے بجائے گیارھویں صدی کے مجددؒ کے عام طور پر خلائق کے قلوب میں "مجدد الف ثانی" کا لقب القا فرما کر زبانوں پر جاری اور مشہور فرما دیا۔ غالباً یہی دو امور مذکورہ مراد ہیں مجدد صاحب کے اس قسم کے کشفی جملوں سے کہ "میں فاتح باب ولایت ہوں۔ میں خاتم قطبیت ہوں" وغیرہ۔

(۳) حقتعالی نے آپ کو مقام "سرہند" میں پیدا کیا جس کو اگر مقام و موقع کے لحاظ سے [کہ وہ ہندوستان کے بالائی حصہ میں واقع ہے] سرِہند کہا جائے تو بجا ہے۔ نکتہ اس میں یہ سمجھ میں آتا ہے کہ آپ گویا ہندوستان اور ہندوستان بھر والوں کے سر پر علوم نبویہ کا ایک خدائی چشمہ تھے۔ اور افسر علما تھے ؎

ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

رسالہ مبارکہ الفرقان نے اپنے امحاءِ بدعت اور احیاءِ سنت کے نظام میں "احیاءِ مشاہیر امت" کی طرف جو مبارک قدم اٹھایا ہے۔ قابل صد تحسین ہے۔ ماضی قریب میں رسالہ مذکورہ کے مدیر محترم زاد مجدہٗ نے مجاہد ملت، قامع بدعت محی سنت حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید دہلویؒ کے حالات شائع کر کے مسلمانوں کی روحوں میں تازگی اور دلوں میں آمادگی پیدا کر دی تھی اب ان کا ارادہ ہے کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کے حالات و مقالات کو عام کر کے ہم دور افتادگان دین کو سلف صالحین کے نمونہ کی یاد دلائیں۔ ان کے اس عزم پر ان کے لئے دل سے بڑی دعائیں نکلیں (کثر اللہ مساعیہ و شکر اللہ مساعیہ) اشاعت مجدد نمبر کا زمانہ جب بہت قریب آگیا تو میرا بھی ارادہ ہوا کہ اگر ہو سکے تو اس ذکر خیر میں بھی شرکت کر لوں۔ یہاں اس امر کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں کہ یہ ارادۂ شرکت انخود میرے دل میں

پیدا ہوا یا کسی..... کی دلالت سے ، بہرحال میں آمادہ ہو گیا دفینہ ملتا ہو تو ایسی اس کی کیا شرط کہ اُسے خود ہی نے ہی دریافت بھی کیا ہو !!

لیکن مشکل یہ تھی کہ یہاں ضرورت کی کتابیں نہیں ملتیں۔ ایک نسخہ مکتوبات کا مل گیا اور وہی از اول تا آخر ماخذ بنا اس مضمون کا۔ بہرحال میں اس مضمون میں اپنی بساط علم و فہم کے موافق حضرت مجدد صاحبؒ کے حالات و مقالات اور مقامات و کمالات کے متعلق حسب ذیل عنوانات کے ماتحت کچھ عرض کرونگا (۱) امام موصوف کے مختصر حالات و سوانح (۲) مجدد صاحب اور رد روافض (۳) مجدد صاحب اور ردّ بدعت و اہل بدعت (۴) مجدد صاحب اور جہلائے صوفیہ و علمائے سوء کا رد۔

مہلت بہت کم ہے اور استعداد ناقص بلکہ تقریباً مفقود۔ اس صورت میں مضمون کی افادیت معلوم !! مگر مقصود تو صرف "خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا" ہے۔ میری حیثیت بھی ویسی ہی سمجھیے جیسی اس بڑھیا کی جو اپنی سوت کی انٹی لیکر حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں کی صف میں جا کھڑی ہوئی تھی کہ ع من ہم از خریداران اویم

مکتوبات امام ربّانی کا کچھ ذکر

چونکہ اس پورے مضمون کا ماخذ صرف مکتوبات مجددؒ ہی ہیں اس لیئے اصل مضمون شروع کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کچھ عمومی حالات بھی اطلاعاً لکھدوں۔ مجھے اتفاق سے مکرمی و مخدومی جناب حکیم مولوی سیّد آل حسن صاحب (خویش جناب مولانا سید ظہور الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتحپوری) کے اس ایک فارسی نسخہ مکتوبات کا مل گیا جو مکمل، مشرح، صحیح۔ اور خوشخط بخط واضح ہے۔ یہ مطبع مجددی مملوکہ منشی نبی بخش شہر امرتسر میں ۱۳۲۷ھ میں چھپنا شروع ہوا اور ۱۳۳۳ھ تک چھپتا رہا۔ مکتوبات کے کل تین دفاتر ہیں جو فلسکیپ سائز کے ۱۲۶۲ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

دفتر اول۔ موسوم بہ **دُرّ المعرفت** ہے اس میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں اور اہل مطبع نے اسکو پانچ حصوں میں چھاپا ہے اس کے جامع خواجہ یار محمد جدید بدخشی طالقانی ہیں جو حضرت مجدد صاحبؒ کے مرید ہیں انکے نام کے ساتھ "جدید" کا لفظ اس لئے لگا ہے کہ ایک اور شخص بھی امام موصوف سے پہلے مرید ہو چکے تھے اتفاق سے ان کا نام بھی یار محمد تھا فرق کرنے کے لئے اُن کو "قدیم" کہتے تھے اور اُن کو جدید] دوسرے دفتر کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام نے سنا کہ ۳۱۳ مکتوبات جمع ہو چکے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ چونکہ ۳۱۳ کا عدد ایک مبارک عدد ہے کیونکہ حضرت پیغمبران مرسلین علیہم السلام کا بھی یہی عدد ہے اور حضرات صحابہ اہل بدر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عدد ہے اس لئے اس دفتر کو اسی مبارک عدد پر تیمناً ختم کر دو"۔

دفتر دوم ۔ موسوم بہ نور الخلائق ہے یہ تاریخی نام ہے اس سے ۱۰۱۹ھ نکلتا ہے جو اس کے جمع کی تاریخ ہے اسمیں کل ۹۹ مکتوبات ہیں اور اہل مطبع نے اسکو ۲ حصوں میں چھاپا ہے اس کے جامع خواجہ عبد الحی ابن خواجہ چاکر حصاری مرید حضرت مجدد صاحب ہیں وہ لکھتے ہیں کہ مخدوم زادہ یعنی شیخ مجد الدین عرف خواجہ محمد معصوم (صاحبزادہ حضرت مجدد صاحب) کے حکم سے میں نے ان مکتوبات کو جمع کیا ہے۔ تیسرے دفتر کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "جب ۹۹ کے مبارک عدد کے برابر مکتوبات جمع ہوگئے تو دوسرے دفتر کو تبرکاً اس پر ختم کردیا گیا اس لئے کہ اسمار حسنیٰ کا یہی عدد ہے"

دفتر سوم ۔ موسوم بہ معرفۃ الحقائق ہے اس میں کل ۱۲۴ مکتوبات ہیں ۔ اہل مطبع نے اس کو ۲ حصوں میں چھاپا ہے اس کے جامع خواجہ محمد ہاشم مرید حضرت مجدد صاحبؒ ہیں انھوں نے ۱۰۳۱ھ میں حضرت امام کے پاس رہکر ان مکتوبات کو جمع کیا جامع نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اسمیں سورہ ہائے قرآنی کے عدد کے موافق ۱۱۴ مکتوبات ہیں مگر ہیں دراصل اسمیں ۱۲۴ مکتوبات مکتوب ۱۱۵ پر حاشیہ میں لکھا ہے کہ آگے کے نو مکتوبات "شاید بعد ازاں بمعرض تسوید آمدہ باشد و ملحق شدہ فافہم" اسطرح ۱۲۳ مکتوبات ہوئے۔ پھر مکتوب ۱۲۴ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ این مکتوب در بعضے نسخ خطیہ یافتہ شد فالحقناہ وجعلناہ خاتمۃ المکاتیب حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نسبت بہ این مکتوب فرمودہ اند کہ آں مکتوب داخل جلد ہائے مکتوبات قدسی آیات نشدہ" غرض کل ۵۳۶ مکتوبات ہیں جن میں ۲۰ مکتوبات وہ ہیں جو خود حضرت مجدد صاحب نے اپنے پیر کو لکھے ہیں۔ دو یا تین مکتوبات اپنی کسی مریدہ عورت کو بہ عنوان بہ یکے از صالحات لکھے ہیں ایک خط سلطان وقت کو بلا اظہار نام (غالباً سلطان نور الدین جہانگیر کو) ایک مکتوب ہردے رام کسی ہندو کو۔ بقیہ اپنے معاصرین، معتقدین و مریدین کو

ان مکتوبات شریفہ کی اہم اور نمایاں خصوصیات یہ ہیں:۔

(۱) حقائق و معارف ۔ علوم عالیہ و مکاشفات باطنی ۔ اور یہ حقائق و معارف ہیں اس پایہ کے کہ خاصکر ہم جیسوں کے اذہان کی وہاں تک رسائی نہیں بقول غالب ؎

آگہی دام شنیدن جسقدر چاہے بچھائے — مدعا عنقا ہے "انکے" عالم تحریر کا

(۲) بزرگانِ سابق کے اقوال صحیحہ کی تائید و توضیح اور خیالات غیر صحیحہ کی، ادب کے ساتھ تنقید و تردید

(۳) تقریباً ہر مکتوب میں سنت سنّیہ کی تائید و تاکید اور بدعت کی تردید۔

(۴) حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی عظمت شان اور جلالت قدر کا ذکر اور ان کی مدح خصوصاً اور بقیہ جملہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ۔ کی عظمت اور مدح عموماً ۔ ان دو موخر الذکر امور کے بیان کے وقت اکثر حضرت امام بے اختیار

ہو جاتے ہیں اور پھر خط مکتوبیت کی حد و تعریف سے نکل کر "رسالہ" بنجاتا ہے۔

(۵) علماء سوء اور جہلائے صوفیہ کی مذمت۔ ان سے احتراز کی تاکید۔ علمائے حقانی متبع سنت کی صحبت کی ترغیب علمائے سوء کے غلط عقائد اور غیر شرعی رسوم کی پردہ دری۔ عقائد حقہ کا بیان۔ صحو و سکر۔ عینیت و شطحیات کا فرق

(۶) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیحد مدح سرائی۔ جذبۂ صدیقی کی) جو سلسلۂ علیہ نقشبندیہ کی اصل دولت ہے توضیح و تشریح۔ اپنے سلسلہ کی برتری اور فضیلت [اگر ساتھ ہی دیگر سلاسل کی بھی عظمت شناسی و مدح سرائی]

میں نے مکتوبات کو اُٹھا کر چاہا کہ سرسری مطالعہ کر کے اپنے مطلب کی چند باتیں انتخاب کر لوں اور رکھ دوں مگر باور کیجئے کہ ہر ہر قدم پر اس کے علمی اور وجدانی کرشموں نے دامنِ دل پکڑ کر کھینچ کھینچ لیا۔ مضامین کے علو، ندرت اور افادیت نے میری قوت فیصلہ اور ملکہ انتخاب کو بیکار کر دیا اور بار بار نگاہ کی تنگ دامانی اور ادراک کی تنگ سامانی کا شکوہ اور عجزِ فہم کا اعتراف کرنا پڑا کہیں عقائد کی تشریح سے ایمان تازہ ہوتا تھا۔ کہیں رذائل و امراض نفس کے معالجات دیکھ کر روح میں جلا ہوتی تھی۔ کہیں مضامین کی بلندی دیکھ کر عقل و ادراک غرق حیرت ہوتے تھے کہیں عبارت کی رنگینی اور بیان کی سحر آفرینی سے دل و دماغ لذت اندوز ہوتے تھے اور میں تھا کہ اوسمیں گم ہوجاتا تھا۔ جی چاہتا ہے کہ اس راہ میں جو واردات گذریں اونکا بھی کچھ ذکر کروں مگر بات اس دائرہ سے نکل جائیگی جو میں نے اپنے لئے مقرر کیا ہے اس لئے اپنے جذبات کو روک کر اصل مقصود ہی کی طرف آتا ہوں

(۱) مختصر سوانح حضرت مجدد

مکتوبات کے ابتدائی تین حصوں میں آغاز کتاب سے قبل اور فہرست مضامین کے بعد "ہذا البصائر للناس" کی سرخی دیکر حضرت مجدد صاحب کے حالات فارسی میں لکھے ہیں حالات کے علاوہ اور بھی مطالب مفیدہ درج ہیں مگر افسوس کہ تین حصوں کے بعد اسکا سلسلہ باقی نہ رہ سکا۔ ذیل کے تمام حالات بجز ایک دو کے سب اسی سے ماخوذ ہیں۔

الف تاریخ و مقام تولد

شمالی ہند (اور بقول اقبال مرحوم "خطۂ پاکستان") میں انبالہ اور لودھیانہ کے (N.W.R.) ٹھیک بیچ میں ایک شہر سرہند نام اب بھی ہے جو ن۔و۔ر۔ کی سڑک پر واقع ہے بعض لوگ اسکا املا سہرند بھی لکھتے ہیں مگر مشہور تر سرہند ہی ہے۔ حضرت مجدد صاحب کی ساتوین پشت کے جد بزرگوار حضرت امام رفیع الدین صاحب فاروقی جو مولانا سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیان کے مرید اور خلیفہ اور ان کی مسجد میں امام تھے پہلے اسی سرہند کے اطراف کے ایک مقام سنام نامی میں بود و باش

رکھتے تھے۔ اس زمانہ کے بادشاہ سلطان فیروز شاہ تغلق (۱۳۵۱-۸۸ء) کو حضرت امام رفیع الدین صاحب سے بے حد عقیدت تھی سید بخاری رح کی خواہش پر سلطان نے شہر سرہند کو بسایا اور جب سلطان نے قلعہ تعمیر کرنا چاہا تو اپنے مرشد سید بخاری کے حکم و ایما سے حضرت امام رفیع الدین صاحب بھی اسکی بنیادی اینٹ رکھنے تشریف لے گئے تھے۔ اسکے بعد سید بخاری صاحب نے امام رفیع الدین صاحب کو حکم دیا کہ اب تم سنام کی سکونت ترک کر کے سرہند میں توطن اختیار کر لو۔ اسی شہر سرہند میں اس فخر ہند و مجدد اسلام، پیشوائے علما و عوام نے ۹۷۱ھ میں عالم ارواح سے عالم اجسام میں قدم رکھا جو بعد میں شیخ احمد سرہندی کے اسم گرامی سے موسوم امام ربانی اور مجدد الف ثانی کے ممتاز لقبوں سے ملقب اور فاروقی نقشبندی اویسی رحمانی کی بلند پایہ نسبتوں سے منسوب ہوئے

ب **آپکا سلسلہ نسب** شیخ احمد سرہندی[1] ابن شیخ عبد الاحد[2]۔ شیخ زین العابدین[3]۔ عبد الحی[4]۔ شیخ محمد[5] شیخ حبیب اللہ[6]۔ شیخ امام رفیع الدین[7]۔ نصیر الدین[8]۔ سلیمان[9]۔ یوسف[10]۔ اسحاق[11]۔ عبد اللہ[12]۔ شعیب[13]۔ شیخ احمد[14]۔ شیخ یوسف[15] شیخ شہاب الدین[16] علی الملقب بہ فرخ شاہ کابلی۔ نصیر الدین[17]۔ محمود[18]۔ سلیمان[19]۔ مسعود[20]۔ عبد اللہ واعظ اصغر[21]۔ عبد اللہ واعظ اکبر[22]۔ ابو الفتح[23]۔ اسحاق[24]۔ ابراہیم[25]۔ ناصر[26]۔ سیدنا عبد اللہ[27]۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق[28] رضی اللہ عنہم

ج **آپکا سلسلہ بیعت** شیخ احمد سرہندی[1]۔ خواجہ محمد معروف بہ خواجہ باقی باللہ[2]۔ خواجہ امکنگی[3]۔ مولانا درویش محمد[4]۔ مولانا زاہد[5]۔ خواجہ عبید اللہ احرار[6]۔ مولانا یعقوب چرخی[7]۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبند[8]۔ سید امیر کلال[9] خواجہ محمد بابا سماسی[10]۔ خواجہ عزیزان علی رامتنی[11]۔ خواجہ محمود انجیر فغنوی[12]۔ خواجہ محمد عارف ریوگری[13]۔ خواجہ عبد الخالق غجدوانی[14] خواجہ یوسف ہمدانی[15]۔ خواجہ ابو علی فارمدی[16]۔ خواجہ ابو الحسن خرقانی[17]۔ خواجہ بایزید بسطامی[18]۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق[19] حضرت سیدنا امام قاسم[20] (ابن محمد بن سیدنا ابی بکر الصدیق رض) ...... حضرت سیدنا سلمان فارسی[21]۔ حضرت امیر المومنین سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہم ؎

الٰہی بہ این جملہ خاصانِ خویش　　دلم را ز دست خودی" بکن رہا]

ظاہری و باطنی کمالات آپنے اکثر علوم اپنے والد شیخ عبد الاحد صاحب ہی سے حاصل کئے اور کچھ علوم آپنے اپنے زمانہ کے دیگر اکابر علما سے حاصل کئے۔ علوم معقول و منقول دونوں ہی کی تحصیل آپنے کی۔ آپکا حافظہ بہت قوی اور ذہن بہت تیز تھا چنانچہ آپنے تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن شریف بھی حفظ کر لیا۔ پھر سیالکوٹ کے مولانا کمال الدین کشمیری سے جو عالم ہونیکے علاوہ روحانی بزرگ بھی تھے بعض کتابیں پڑھیں۔ کچھ کتب حدیث مولانا یعقوب کشمیری سے پڑھیں جو مولانا شیخ حسین خوارزمی کے اجلہ خلفا میں تھے اور جنھوں نے حرمین شریفین کے علمائے کبار

حدیث پڑھی تھی ان کے علاوہ قاضی بہلول بدخشانی سے آپنے تفاسیر نیشاپوری و بیضاوی و احادیث بخاری و مشکوٰۃ و جامع صغیر کی سند حاصل کی۔ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کا پایہ ادب میں بھی بہت بلند تھا۔ چنانچہ ابوالفیض فیضی جو دربار اکبری کا مسلم ترین زبان آور شاعر اور بے مثل ادیب تھا وہ بھی حضرت مجدد صاحب کی ادبیت پر حیران ہو جاتا تھا۔ علوم ظاہری کے بعد آپنے دولت روحانی کے حصول کی فکر کی اور آپنے کیا فکر کی بمقتضائے ۶

خود خواہش آن کردگر دو فن ما۔" خود مصوف اور نسبت حق اللہ کو ان کی تلاش اور ان کا انتظار تھا نقشبندیہ سلسلہ کے ایک عالی مرتبت شیخ سے [جو اس زمانہ میں مرجع عالم بنے ہوئے تھے بلکہ ہر طالب کو محض اس انتظار و توقع میں باطنی کا دام دوانہ دیتے تھے کہ وہ یک روز مرغ فن ہائے بام] جن کا اسم گرامی خواجہ محمد الباقی معروف خواجہ باقی باللہ تھا۔ آپ بیعت ہوئے اور ان کی نگرانی و تربیت سے آپنے باطنی ترقیاں شروع کیں جوہر قابل تھے اور طالب صادق، جیسے باپ کے بیٹے تھے اور بڑے شیخ کے مرید تھے ان بزرگوار (رضی اللہ عنہ) سے منسوب تھے جن کی بابت زبان رسالت صلعم نے بشارت دی تھی کہ شیطان ان سے بھاگتا ہے" پھر مربی حقیقی کی ہی ترتیب روحانی ایسی درستی کی کہ خود ان کے مرشد کو ان سے بہت کچھ فیض حاصل ہوا جیسا آگے اقوال اور مکتوبات سے ظاہر ہوگا۔ آخر کار ۱۰۳۴ھ میں تقریباً ۶۰ سال کی عمر میں [کہ گنبد خضرا میں استراحت فرمانے والے تینوں حضرات (صلے اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہما) بھی اس دنیا سے تشریف لیجاتے وقت یہی عمر رکھتے تھے] اس دنیا سے رحلت کر گئے اور مقام سرہند ہی میں دفن ہوئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپکے مکتوبات میں چند خطوط آپنے دو بھائیوں کے نام ہیں ایک میاں غلام محمد دوسرے میاں محمد مودود ممکن ہے آپ کے اور بھائی بھی ہوں اسیطرح آپکے کئی مکتوبات آپکے ان تین صاحبزادوں کے نام ہیں ایک مجدالدین عرف خواجہ محمد معصوم (عالمگیر محی الدین اورنگ زیب رحمہ اللہ انہیں خواجہ معصوم کے مرید تھے) دوسرے خواجہ محمد سعید تیسرے خواجہ محمد معصوم یہ دونوں ولی تھے اور آپ ہی سے بیعت تھے۔ محمد صادق صاحب سب سے بڑے تھے اور ہونہار تھے مگر جوان ہو کر آپ کی حیات ہی میں انتقال کر گئے۔ دہلی سے ماہوار اصول پر نکلنے والے ایک رسالہ میں آپ کے حالات میں ...... لکھا ہے کہ آپ کے سات فرزند تھے اور سب ولی تھے۔ خواجہ محمد معصوم سب سے بڑے تھے اور آپ کے خلیفہ بھی وہی تھے۔ جب جہانگیر مجدد صاحب کا معتقد ہوا تو وہ خود بھی مجدد صاحب سے مرید ہوا اور اپنے بیٹوں کو بھی خصوصاً شاہزادہ خرم (شاہجہاں) کو آپ سے بیعت کرایا۔

سنت یوسفی کا اتباع

حدیث پاک میں وارد ہوا ہے اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل

سب سے بڑے آپ کے فرزند کو خواجہ محمد صادق ہی تھے ۱۲ م

فالامثل" یعنی سب سے زیادہ سخت آزمائشوں میں انبیا علیہ السلام مبتلا کیے جاتے ہیں اور اون کے بعد حسب مراتبہ دیگر صلحاء و مقربین گویا جسکا درجہ جتنا بلند اور ارفع ہوتا ہے وہ اسی قدر آزمایا جاتا ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ بھی اسی کسوٹی پر کسے جاتے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بعض حاسدوں نے آپ کے خلاف شورش برپا کی فتوے تیار ہوئے اور بادشاہِ وقت جہانگیر کو آپکی ایذا رسانی پر آمادہ کیا گیا۔ اور معاملہ بہت سے تحتانی مراحل طے ہونے کے بعد اس نقطہ پر پہنچا کہ آپ گوالیار کے جیل خانہ میں محبوس و مقید کردیے گئے اور آپکے متوسلین و مسترشدین کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں — میں نے بہت کوشش کی کہ ان واقعات کی کوئی مختصر روداد خود حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ملجائے لیکن کامیاب نہ ہوسکا بجز اس کے کہ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ کو ایک مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں۔

بعضے شدائد از مردم بر فقیر گزشتند و ستمہا نمودند و جمع کثیر از متعلقانِ ایں جانب را بناحق ویراں ساختند و جلاوطن نمودند

و۔ اقوال مرشد و دیگر اکابر و مکاشفات مجددی بحق مجدد صاحب

آپکے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ نے آپسے ایکبار فرمایا مجھکو میرے مرشد حضرت خواجگی امکنگی نے ایک بار حکم دیا کہ تم ہندوستان جاؤ تاکہ تمھارے ذریعہ یہ سلسلہ وہاں پھیلے۔ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا۔ میں نے تو اضع طلبی سے عذر کیا اپنے حکم دیا اچھا استخارہ مسنونہ کرلو۔ میںنے حکم کی تعمیل کی استخارہ کے بعد (خواب میں) کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت کی شاخ پر ایک طوطی بیٹھی ہے میںنے جی میں سوچا کہ اگر یہ طوطی اس ٹہنی سے اڑ کر میرے ہاتھ پر آ بیٹھے تو (فالِ محض اتفاقی فال نیک کے طور پر) اس سفر میں بہت سی فتوحات اور کامیابیاں نصیب ہوں۔ پس یہ سوچنا تھا کہ وہ طوطی وہاں سے اڑ کر میرے ہاتھ پر آ بیٹھی۔ میںنے اپنا لعابِ دہن اس کی چونچ میں ڈال دیا تو اُس طوطی نے میرے منہ کے اندر کچھ شکر سی گھول دی۔ صبح ہوئی تو میںنے یہ سارا واقعہ اپنے مرشد خواجگی امکنگی سے جاکر عرض کیا فرمانے لگے اب تم کو دو وجہوں سے ہندوستان جانا چاہیئے ایک تو یہ کہ تم نے طوطی کا خواب میں ملنا دیکھا ہے جو ہندوستان کا پرندہ ہے اسمیں صاف اشارہ ہے اس طرف کہ ہندوستان میں کوئی "ہندی عزیز" پیدا ہوگا کہ ایک عالم اُس سے جگمگا اٹھیگا دوسرے یہ کہ خود تم کو بھی بہت نفع پہونچے گا" میں حسب حکم مرشد ہندوستان کو چلا جب سرہند میں پہونچا تو عالم واقعہ میں مجھپر مکشوف ہوا کہ تم ایک قطب وقت کے پڑوس میں مقیم ہوئے ہو پھر اس قطب کا حلیہ بھی مجھے دکھایا گیا۔ صبح ہونے پر میں شہر کیطرف چلا کہ وہاں کے گوشہ نشین درویشوں سے ملوں شاید اُس قطب سے ملاقات

ہو جائے۔ مگر جن جن صلحا سے ملاقات ہوئی کوئی بھی نہ تو اس چہرہ مہرہ کا تھا جو مجھے نظر آیا تھا اور نہ کسی میں قطبیت کے آثار تھے میں نے سوچا کہ وہ شخص جس کی مجھے تلاش ہے شاید ابھی پیدا نہیں ہوا لیکن میاں شیخ احمد! جب سے روز تم سے ملاقات ہوئی میں نے تمہارا چہرہ مہرہ بھی اپنے خواب کے حلیہ کے موافق پایا اور تم میں قطبیت کے آثار بھی نمایاں دیکھے۔

(۲) خواجہ باقی باللہ فرماتے ہیں۔ ایک بار اسی شہر سرہند میں ہم نے (خواب یا معاملہ میں) دیکھا تھا کہ ہم نے یہاں ایک بڑا چراغ جلایا اس کی روشنی آناً فاناً برابر بڑھتی گئی۔ پھر ہمارے جلائے ہوئے چراغ سے بیسیوں چراغ جل گئے میاں شیخ احمد اس واقعہ سے بھی تمہیں مراد ہو۔

(۳) خواجہ باقی باللہ فرماتے ہیں "شیخ احمد ایک ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اس کی روشنی میں گم ہو گئے"!

(۴) خواجہ محمد ہاشم کشمی (جامع مکتوبات دفتر سوم) اپنے رسالہ برکات احمدیہ میں لکھتے ہیں جب حضرت خواجہ باقی باللہ نے اپنے بعض مریدین کو حضرت مجدد کے پاس فیض حاصل کرنے کے لئے بھیجا تو ان میں سے ایک نے (غالباً بنا بر کبر) حضرت مجدد صاحب کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ رات میں اس نے خواب میں دیکھا کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت مجدد صاحب کی تعریف میں تقریر فرما رہے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ "جو شخص میاں احمد" کے یہاں مقبول ہو وہ ہمارے یہاں بھی مقبول ہے اور جو میاں احمد کے یہاں مردود ہے وہ ہمارے یہاں سے بھی مردود ہے اعاذنا اللہ منہ۔

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کے مناقب تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے لا یحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق (آپ کو صرف کامل الایمان ہی دوست رکھے گا اور جس کو آپ سے بُغض ہو گا وہ منافق ہو گا)

(۶) حضرت میرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک بار جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کے جمال جہاں آرا کے دیدار سے میں مشرف ہوا۔ گویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل میں برابر سے لیٹا ہوا ہوں اور حضور کی مبارک سانس مجھکو لگ رہی ہے اتنے میں مجھے پیاس لگی۔ سرہندی پیرزادے بھی وہاں حاضر ہیں۔ آنحضرت نے ان میں سے ایک کو پانی لانے کا حکم فرمایا۔ بندہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ لوگ تو میرے پیرزادے (اور مخدوم) ہیں۔ آپ نے فرمایا مگر میرے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ یہ سن کر ان میں سے ایک عزیز اُٹھکر پانی لائے۔ میں نے سیر ہو کر پیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت مجدد الف ثانی کے حق میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ ارشاد

فرمایا میری امت میں ان جیسا اور ہی کون؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ان کے مکتوبات حضور کی نظر مبارک سے گزرے ہیں ارشاد ہوا۔ اگر تمکو کچھ یاد ہو تو پڑھکر سناؤ۔" بندہ نے ان کے کسی مکتوب کی یہ عبارت (حق تعالیٰ کی تعریف و حمد میں) سنائی۔ انہ تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء حضور نے بہت پسند فرمایا اور بہت محظوظ ہوئے۔ پھر فرمایا پھر پڑھو میں نے یہ عبارت پڑھ دی حضور نے اور بھی تحسین فرمائی اور یہ حالت دیر تک رہی (انتہی)

(۷) میرزا مظہر جانجاناںؒ نے یہ بھی فرمایا ہے "جہاں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مبارک رکھا ہے وہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر رکھدیا ہے اور حضرت صدیق اکبر نے جہاں قدم رکھا ہے وہاں حضرت مجددؒ نے سر رکھدیا ہے۔

(۵) حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ رسالہ مبداء و معاد میں اما بنعمۃ ربك فحدث کے حکم کی تعمیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ایکدن یہ فقیر اپنے دوستوں (مریدوں) کے حلقہ میں بیٹھا تھا اور اس وقت مجھے اپنی خرابیاں نظر آ رہی تھیں اور یہ کیفیت اتنی بڑھی کہ مجھے فقر و درویشی سے ذرا بھی مناسبت نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس اثناء میں حدیث من تواضع للہ رفعہ اللہ کے موافق اس دور افتادہ کو ذلت کی خاک سے اٹھایا گیا اور میرے دل کے اندر یہ آواز سنائی دی غفرت لك ولمن توسل بك الیّ بواسطۃ او بغیر واسطۃ الی یوم القیمۃ (جاؤ میں نے تمھیں بھی بخشدیا اور قیامت تک ہر اس شخص کو بھی جو میرے دربار میں تم کو وسیلہ بنائیگا۔ چاہے بواسطہ ہو یا بغیر واسطہ) اور اس مضمون کو بار بار فرما کر مجھکو نوازا۔ اس حد تک کہ ذرا بھی شک شبہ کی گنجائش نہیں رہ گئی والحمد للہ۔ اس کے بعد اس راز (الہام) کے ظاہر کرنے پر مجھے مامور کیا گیا۔

اگر بادشہ بر در پیرزن | بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

(اگر بادشاہ اپنے کرم سے بڑھیا کے دروازہ پر خود آ گیا ہے تو یہ اس کی عنایت ہے اس میں تم کو مونچھوں پر تاؤ پھیرنے اور اترانے کا کیا موقع ہے) ان ربك واسع المغفرۃ (انتہی)

تیسرے دفتر کے دیباچہ میں ہے کہ بعضوں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو دوسرے دفتر کے بعد اسرار کے جو در یا کلک مبارک سے بہائے گئے ہیں ان کو بھی جمع کر لیا جائے۔ مجدد صاحب نے غایت انکسار و خشیت سے جواب دیا کہ یہ تمام علوم جو لکھے جا چکے ہیں میں اسی حیرت میں ہوں کہ آیا یہ (حق تعالیٰ کی بارگاہ میں) مقبول بھی ہوئے یا نہیں! یہ فرما کر خاموش ہو گئے اور منتظر ہوئے کہ غیب سے کوئی اشارت یا بشارت ہو۔ دوسرے روز فرمانے لگے "شب گذشتہ میں غیب سے ندا آئی اور یہ بتایا گیا کہ یہ تمام علوم جو تم نے لکھے ہیں بلکہ وہ تمام باتیں جو تم نے زبان سے کہی ہیں سب ہمیں پسند اور ہمارے نزدیک مقبول ہیں پھر میری تصانیف و مکتوبات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ سب[*] ہم نے کہا ہے اور یہ ہمارا

*) بیشک اہل اللہ کے معارف و حقائق خدا ہی کی طرف سے ہوتے ہیں ۱۲

ہی بیان کردہ ہے"۔ اس کیفیت میں میرے تمام علوم کو میری نگاہ کے سامنے لاکر موجود کر دیا گیا اور میں ایک ایک پر اجمال اور تفصیل سے نظر ڈال رہا تھا حتیٰ کہ وہ علوم جن میں پہلے مجھے کچھ شک و تردد تھا میں نے ان سب کو بھی اسی حکم (مقبول و مرضی ما و گفتۂ ما) میں داخل پایا۔ "الحمد للہ علی احسانہ"۔

یہ تھے مجدد صاحب کے حالات جو مجھے مکتوبات سے مل سکے آگے مجدد صاحبؒ کے کارناموں اور علوم و معارف کے متعلق کچھ اجمالاً عرض کروں گا۔

مجددیت کا صحیح مقام ایک مجدد کی حیثیت ایک عام پابند شرع انسان یا ایک عام مبلغ اسلام سے بالکل جداگانہ ہوتی ہے۔ مجدد کا بنیادی کارنامہ یہ ہوتا ہے کہ ردّ بدعت اصلاح امتّ اور احیاء سنت میں سعی بلیغ کرے اور اس خصوص میں اُسے لومۃ لائم کا خوف نہ ہو اس کو کوئی طمع اس کے منصب کے فرائض ادا کرنے سے نہ روک سکے۔ اتباع سنت اور موافقت شریعت سے اس کا کوئی کام خالی نہ ہو اور یہی اس کی دعوت و تبلیغ کا محور ہو۔ یہ امور اُس سے اس طرح سرزد ہوا کریں۔ جس طرح عام انسان سے فطری حوائج اضطراراً صادر ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کے انفاس و الفاظ میں اثر و برکت اور اس کی عمر و اوقات میں برکت و وسعت دی گئی ہو۔ اس کے کارناموں کی اشاعت عام ہو اور اس کے علوم و فیوض یا تصانیف عام طور سے شائع ہو کر ضائع ہونے سے محفوظ ہو گئی ہوں۔ جو آئندہ کے عام علماء کیلئے شمع راہ بن گئیں وہ اور اس کے مریدین اہل بدعت و اہل باطل و علماء سوء کیلئے لاحول کا اثر رکھتے ہوں یا پستول کا۔ اس کا اور اس کے مریدین کا نفس وجود ہی اہل باطل کے حق میں "صاعقۂ آسمانی" اور "سیف یمانی" ہو۔ کیونکہ وہ ان اہل باطل کا قلع قمع کرتا ہے اور ان کی رسوم جاہلیت و عقائد غیر شرعی کی بیخکنی کرتا ہے۔ علماء سوء کی غلط تعلیمات کا راز فاش کرتا ہے نیز مجدد کے علامات یہ بھی ہیں کہ اس کے کارناموں کا آغاز شروع صدی سے ہو (اور بقول بعض اس نے اپنے مجدد ہونیکا دعویٰ بھی کیا ہو) اور اُس زمانہ کے دیندار اور اکابر علماء "مصداق" قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ خود اس سے کم درجہ ہونیکا اور اسکی برتری کا اقرار کرتے ہوں اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ جیسا آگے آئیگا۔ اس زمانے کے علماء وغیرہ کو اسی کے طفیل میں علوم و کمالات ملتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

رد بدعت کسی نئی بات کو دین سمجھ کر کرنا اور اُس کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر عذاب اپنی طرف سے تجویز کر لینا (اعاذنا اللہ منہ) بجید بری بلا ہے یہ شریعت پر اضافہ ہے یہ اکملت لکم دینکم کی تغلیط و توہین ہے یہ رسول خدا کی تشریع سے مقابلہ ہے (اعاذنا اللہ منہ) بدعت مختلف طبقوں میں ظہور کرتی ہے (علماء، عوام، صوفیہ) کیونکہ یہ جس چیز سے ناشی ہوتی ہے یعنی ہوائے نفس و خود رائی وہ مختلف طبقہ والوں میں موجود رہی ہے۔ بہرحال کسی میں اس کا وجود،

دلیل ہو اس امر کی کہ اس کے دل میں حق تعالیٰ کی عظمت نہیں ہو۔ وہ حق تعالیٰ کو اپنا آقا اور امر و نہی کا واجب حقدار نہیں ماننا چاہتا (افرئیت من اتخذ الٰهه هواه) وہ رسول کی لائی ہوئی شریعت آپ کے عمل اور آپ کے فیصلہ کو اپنے عمل اور فیصلہ کے خلاف پاکر سخت برافروختہ ہوتا ہو (واذا قیل لهم تعالوا الی ما انزل الله والی الرسول رائیت المنافقین یصدون عنك صدودا) پچھلی تمام امتیں اسی سے تباہ ہوئیں۔ صراط مستقیم سے دنیا نے جب انحراف کیا اسی کی وجہ سے کیا اور چونکہ اس نئے ایجاد کردہ فعل کو دین سمجھکر کیا جاتا ہو۔ اس لئے اس کے برے اور غلط ہونیکا وہم بھی نہیں گذرتا۔ کفر و شرک سے تو توبہ کی توفیق بھی ہوجاتی ہو مگر بدعت سے توبہ کی توفیق بھی بہت کم ہوتی ہو بدعت نہ صرف سنت ہی کی ناسخ اور رافع ہو۔ بلکہ میں تو یہانتک کہونگا کہ یہ کمبخت واجبات و فرائض تک کو مسخ و نسخ و دفع و رفع کردیتی ہو۔ فرائض کی وقعت دل سے بھلادیتی ہے۔ یہی وجہ ہو کہ مجدد صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"کافر کی صحبت اتنی مضر نہیں جتنی بدعتی کی" اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو کہ "جو کسی بدعتی کی عزت و توقیر کرتا ہو وہ دین کو ڈھا رہا ہے" آہ! اور یہ سارے برے نتائج بدعت سے ہوتے ہیں جو "معلم الملکوت"[1] کی خاص شاگردی کی برکات خصوصی میں سے ہو !!!

بدعت کا ایک شعبہ (الف) اہل بدعت و ارباب ہوا کا عام شیوہ ہو کہ اپنے معتقد فیہ کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے اوصاف میں شریک کرنے لگتے ہیں (ویحسبون انهم یحسنون صنعا) وہ خیال کرتے ہیں کہ اس طرح ہم اپنے معتقد فیہ کی شان عظمت کا کچھ حق ادا کرسکیں اور ان کی روح پاک کو خوش کرسکیں گے حالانکہ ان کے تمام معتقد فیہ حتیٰ کہ خدا کے سچے اور مقدس رسول بھی بحکم آیہ وافی ہدایہ (لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا لله) برابر اپنے بندہ ہی ہونیکا اعتراف کرتے رہے مگر وہ تجاوز عن الشرع کا لپکا جو ان کے نفوس کو پڑ چکا ہو۔ جب تک خدائے واحد کے مقابلہ میں تین سو ساٹھ دیوتا نہیں بنوالیتا چین نہیں لینے دیتا یہ لوگ اس پر مصر ہیں کہ رسول کو "بشر" کیوں کہتے ہو اور "عالم الغیب" کیوں نہیں کہتے۔ درپردہ مطلب ہے کہ رسول صلعم کو خدا کیوں نہیں مانتے خدا جانے ان کی سمجھ میں یہ کیوں نہیں آتا کہ بحکم کان الناس امة واحدة پہلے تو ساری دنیا آخر ایک ہی عقیدہ کی تھی پھر اسی بدعت اور اسی غیر شرعی بیجا مدح ہی کے باعث تو ادیان باطلہ بن بن گئے اور ہزارہا معبود بنکر پجنے لگے صرف اسلام ہی کی خصوصیت تھی کہ ان معبودان باطلہ کا بازار سرد کردیا۔

[1] معلوم نہیں کیونکر اور کب لوگ ابلیس علیہ اللعن کو معلم الملکوت (معلم کے لام کو زیر کیساتھ) کہنے لگے یہ بالکل غلط ہو اس کی اصلاح واجب ہو۔ یہ لفظ در اصل متعلم ہو۔ بیان القرآن سورۂ اعراف سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ جنوں کی نسل سے تھا حق تعالیٰ کے حکم سے ایکبار فرشتوں نے انکی نسل کو تباہ و برباد و منتشر کردیا اس وقت یہ بچہ تھا فرشتے اس کی پرورش کیلئے اپنے ساتھ آسمان پر لے گئے اور یہ انہیں سے تعلیم پاتا رہا اور عبادت کرتا رہا (بیان القرآن بحوالہ در منثور تفسیر سورۂ اعراف) بہرحال کوئی مخلوق فرشتوں کو تعلیم کبھی نہیں دے سکتا وہ براہ راست بارگاہ حضرت جل جلالہٗ و عم نوالہ سے علم و احکام الکتاب کیے (تیں)

مذاقِ سجدہ کو شائستہ و تکمیل کر ؎ کہ ہو نہ خلق نے بنائے ہزار ہا معبود (اصغر)

پھر اگر آج مسلمان بھی اپنے اپنے معتقد فیہم کو ان کی شرعی حدود سے بڑھا چڑھا کر خدا کا مساوی ٹھہرا دیں تو کس منہ سے وہ دیگر اہل باطل کے مقابلہ میں مخلف ہونیکا اور عقیدہ توحید کا صحیح دعویٰ کرینگے۔ آئیے دیکھیں "رسول البشر ہوتا ہے" کی قسم کے جملے امام ربانی کے یہاں تو نہیں ملتے؟

۱۔ مکتوب ۴۵۔ دفتر اول بنام شیخ فرید۔ . . . پس بہترین خلائق "ازیں جہت" انسان گشت و بدترین جمیع موجودات "ازاں جہت" ہم او ذکان منه محمد علیه وعلی آله الصلوات والتسلیمات والبوجهل علیه اللعنۃ"

مولانائے روم نے بھی کچھ ایسا ہی فرمایا ہے ؎

گر بہ صورت آدمی انسان بُدے ؎ احمد و بوجہل ہم یکساں بُدے

۲۔ مکتوب اول دفتر دوم بنام شیخ عبدالعزیز جونپوری۔ . . . فلا یصل حمد حامد الی جناب قدس ذاته بل منا ھی جمیع المحامد دون سرادقات عزته فهو الذی اثنی علی نفسه وحمد ذاته بذاته فهو سبحانه الحامد والمحمود وما سواه عاجز عن اداء الحمد المقصود۔ کیف وقد عجز عن حمده سبحانه من هو حامل لواء الحمد یوم القیامة"۔۔۔۔۔ الخ یعنی کسی تعریف کرنیوالے کی تعریف حق تعالیٰ کی ذات اقدس تک نہیں پہونچ سکتی۔ اس نے خود ہی اپنی تعریف کی ہے۔ پس تعریف کرنیوالا بھی وہی اور تعریف کیا جانیوالا بھی وہی ہے اس کے سوا کوئی ہو۔ سب اس کی حمد مقصود کے ادا کرنے سے عاجز ہیں اور کیوں نہوں جب حق سبحانہ کی حمد سے خود وہ ذات بھی عاجز ہے جو قیامت کے دن لواء حمد اٹھائے ہوگی (صلی اللہ علیہ وسلم) یہی مضمون خود حضور صلعم سے بھی مروی ہے

(۱) لا احصی ثناءً علیك انت کما اثنیت علی نفسك (۲) اللھم لك الحمد کالذی تقول وخیرا مما نقول]

(ب) بدعت سے انذار و تنفیر اور سنت کی ترغیب

(۱) مکتوب ۵۰۔ دفتر سوم بہ شیخ حسن برکی۔ . . . ترجمہ) صحاح کی حدیثوں میں مروی ہے کہ جو شخص سنت کو زندہ کرے۔ ایسی حالت میں کہ اس سنت پر عمل نہوتا ہو تو اس شخص کو سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ بس اسی سے احیا سنت کا درجہ سمجھ لیا جائے۔

(۲) مکتوب (۷۲) دفتر سوم بنام خواجہ حسام الدین احمد۔ . . . انھوں نے مجدد صاحب سے پوچھا تھا کہ مولود میں ممنوع تو صرف یہ ہے کہ گانے کے طریقہ سے گٹکری لیکر قرآن پڑھتے ہیں اور حروف قرآن کے بدل جاتے ہیں لیکن اگر یہ خرابیاں نہونے پائیں یعنی ان خرابیوں کی اصلاح کر دیجائے تو مولود میں پھر کیا حرج ہوگا؟ مجدد صاحب تحریر فرماتے ہیں اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو کیا مضائقہ؟ مگر اے مخدوم! اس فقیر کے دل میں یوں آتا ہے کہ جب تک

مطلقاً اس قصہ کو بند نہ کردیں گے اس وقت تک یہ بوالہوس نہ مانیں گے اگر آپ تھوڑے سے کی بھی اجازت دینگے تو وہ
بہت بڑھ جائیگا۔ قلیل یفضی الی کثیرۃ مشہور رہی ہے اس موقع پر، خود مجدد صاحب کے الفاظ یہ ہیں "مخدوما بجائے فقیر
می رسد تا سد این باب مطلق نکنند بوالہوساں ممنوع نہ گردند اگر اندک تجویز کردند منجر بہ بسیار خواہد شد۔ قلیل
یفضی الی کثیرۃ قول مشہور است والسلام"

(۳) مکتوب ۲۳ دفتر دوم بنام مخدوم زادہ خواجہ محمد عبداللہ ابن خواجہ باقی باللہ۔۔۔ "پچھلے لوگوں نے بدعت میں
شاید کچھ اچھائی دیکھی ہوگی کہ اس کے بعض افراد کو "مستحسن" قرار دیا ہے لیکن یہ فقیر اس مسئلہ میں انکی موافقت نہیں کرتا
اور بدعت کی کسی فرد کو حسنہ نہیں جانتا اور بدعت میں بجز گندگی اور تاریکی کے کچھ محسوس نہیں کرتا۔۔۔۔۔ بدعت کو فقیر
کدال کی طرح جانتا ہے جو اسلام کی عالیشان عمارت کو ڈھا رہی ہے۔

(۴) مکتوب ۵۴ دفتر اول بنام شیخ فرید جس کا ذکر آگے بھی آئیگا۔ اس میں لکھتے ہیں "یقین تصور فرمایند کہ فساد صحبت
مبتدع زیادہ از فساد صحبت کافر است" اللہ اکبر

(ج) رد جہلائے صوفیہ وعلمائے سوء

(۱) مکتوب ۲۹ دفتر اول بنام شیخ نظام تھانیسری۔ اوپر یہ بیان ہے کہ ایک فرض کا وقت پر
ادا کرنا ہزار سال کے نوافل سے افضل ہے اس کے بعد فرماتے ہیں قابل اعتماد لوگ بیان
کرتے ہیں کہ تمہارے بعض خلیفوں کو ان کے مریدین سجدہ کرتے ہیں اس فعل کی خرابی اظہر من الشمس ہے انکو منع کردو اور
بہت سخت تاکید کردو یہ تو کسیکو بھی نہ کرنا چاہئے خاصکر ایسے شخص کیلئے جو لوگوں کا پیشوا بنکر ظاہر ہو ایسے افعال سے بچنا بہت
ضروری ہے ورنہ اس کے پیرو اس کی دیکھا دیکھی ویسے ہی کام کریں گے اور مصیبت میں پھنسیں گے"۔

(۲) مکتوب ۴۱ دفتر دوم بنام خواجہ محمد تقی۔۔۔۔۔۔ اب سے چند سال قبل اس فقیر کی عادت تھی کہ اگر کھانا تقسیم
فقرا کیلئے اللہ کی نذر کا پکوایا جاتا تو اس کا ثواب رسول اکرم صلعم کیساتھ صرف حضرات اہل عبا حضرت علیؓ وحضرت
حسنینؓ وحضرت بی بی فاطمہؓ جن کو رسول اللہ صلعم نے اپنی عباء مبارک کے نیچے جمع کرکے حق تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ یا اللہ
ان کو بھی میری ازواج کیساتھ اہل بیت کے لفظ اور تطہیر کے وعدہ میں شریک کرلیجئے ان کی ارواح مطہرہ کو پہونچاتا
تھا۔ ایک شب کیا خواب دیکھتا ہوں کہ آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ فقیر نے آپ کی خدمت میں
سلام عرض کیا اب اس فقیر کی طرف رخ ہی نہیں فرماتے اور دوسروں ہی کی طرف نظر فرما رہے ہیں اس اثنا میں حضور
صلعم اس فقیر سے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں (ام المومنین) عائشہ کے گھر میں کھانا کھاتا ہوں جو شخص مجھے کھانا بھیجنا
چاہے وہ حضرت عائشہ کے گھر بھیجے"۔ اس وقت فقیر کی سمجھ میں آیا کہ حضور کی توجہ نہ فرمانے کی علت یہ ہے کہ یہ فقیر

مساکین کو کھانا تقسیم کرنے کے ثواب میں حضرت صدیقہ کو شریک نہیں کرتا تھا یہ ناداشتی ان کی بہت زوجہ تو بی تقصیر
حضرت صدیقہ کو بلکہ حضور کی بقیہ تمام ازواج مطہرات کو کہ وہی اہل بیت ہیں۔ ان کو خدا نے آپ کا اہل بیت کہا
ہے اور حضرات اہل عبا، اہل بیت ثانوی ہیں ان کو حضور نے دعا کر کے اہل بیت میں شامل کرایا ہے) ثواب میں
ہیں شریک کر لیتا تھا اور کُل (اولیٰ و ثانوی) اہل بیت سے توسل کرتا تھا بس یاد رکھئے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کو جتنی تکلیف حضرت امیر (سیدنا علیؓ) کی تکلیف سے ہوتی ہے۔ اس سے بدرجہا زیادہ بی بی صدیقہؓ کی تکلیف سے
آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔

(۳) مکتوب ۲۹۳ دفتر اول بنام شیخ محمد چتری (اوپر فرمایا ہے کہ حضور صلعم نے بھی فرمایا ہے لی مع اللہ وقت
اور یہی کلمہ حضرت ابوذر نے بھی فرمایا ہے آگے ہے کہ) . . . . اور شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ نے جو یہ فرمایا ہے
قدمی ھٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ (میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے) تو اس کے متعلق شیخ ابوالنجیب
سہروردی مرشد صاحب عوارف نے جو شیخ عبدالقادر کے ساتھی اور رازدار تھے لکھا ہے کہ یہ کلمہ عجب شیخ کو ظاہر کرتا
ہے جیسا اکثر مشائخ سے ابتدائے احوال سلوک میں سکر و حال کی وجہ سے صادر ہو جاتا ہے اور شیخ عبدالقادر کے
ایک مرشد شیخ حماد دباس نے نفحات میں لکھا ہے کہ مجھے ایک بار فراست سے عبدالقادرؒ کے بارہ میں یہ معلوم ہوا کہ
اس عجمی (شیخ عبدالقادر جیلانی) کا قدم اپنے زمانہ کے اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہوگا اور یہ (منجانب اللہ) مامور ہوگا۔
اس جملہ کے کہنے پر کہ قدمی ھٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ یقیناً یہی کہے گا اور تمام اولیا اس کے سامنے جھک جائیں گے۔
بہرحال شیخ عبدالقادر اس قول میں برسرِ حق ہیں۔ خواہ یہ کلمہ اُن کے سکر و حال کی وجہ سے زبان سے نکل گیا ہو اور خواہ ایس
کے کہنے کے لئے مامور من اللہ ہوں (مگر اصل یہ ہے کہ) اُنکا قدم صرف اُسوقت کے تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر تھا۔ اور
اُسی وقت کے تمام اولیاء ان کے قدموں کے نیچے تھے۔ پھر یاد رہے کہ یہ کُل اولیاء کا حکم مخصوص تھا صرف اسی زمانہ
کے اولیاء کے ساتھ اور گذشتہ اولیا اور آئندہ کے اولیا اس حکم سے خارج ہیں حضرت حماد کی اس فراست کی علاوہ
ایک اور واقعہ بھی اس جملہ کا ہوا ہے وہ یہ کہ بغداد میں ایک غوث تھے۔

ایک شخص ابن السقا اور ان کے ہم سبق عبداللہ دونوں چلے اور اپنے ساتھ عبدالقادر جیلانی کو بھی لے لیا
آپ ان دنوں جوان تھے بہرحال تینوں ان غوث سے ملنے چلے۔ ابن السقا نے کہا میں ان غوث سے ایسا مسئلہ
پوچھوں گا کہ وہ بھی جواب دینے سے عاجز ہو جائیں۔ عبداللہ بولے میں ان سے ایک مسئلہ پوچھوں گا۔ دیکھوں
ان کا کیا جواب دیتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر بولے۔ توبہ توبہ ان سے مسئلہ پوچھنا فضول اور بے ادبی ہے۔ بس

توان کی دید کی برکت حاصل کرنے جا رہا ہوں۔ وہاں پہونچے تو پہلے تو دیکھا وہ غوث وہاں موجود نہیں ہیں پھر یکایک وہیں بیٹھے دکھائی دئے اور ابن السقا کو غصہ سے دیکھ کر کہا کمبخت تیرا مسئلہ یہ ہو اور اس کا جواب یہ ہو۔ پھر عبد اللہ سے کہا تو یہ مسئلہ پوچھنا چاہتا تھا اور اس کا جواب یہ ہے پھر عبد القادر کی طرف دیکھا اور پاس بلایا اور شفقت ظاہر کی اور کہا تم نے جو ادب برتا ہے اس سے خدا و رسول کو تم نے خوش کر دیا ہے مجھے نظر آ رہا ہے کہ تم کسی وقت بغداد کے منبر پر بیٹھو گے اور یہ کہو گے قدمی ھٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ اور میں دیکھ رہا ہوں تمہارے زمانہ کے اولیا، کو کہ انھوں نے تمہاری عزت کرنے کے لئے تمہارے سامنے گردن جھکا دی ہے اس بزرگ کے اس کلام سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ حکم صرف اُسی زمانہ کے اولیاء کے ساتھ مخصوص تھا (مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ) اس وقت بھی اگر حق سبحانہ تعالیٰ کسی کو چشم بینا عطا فرمائے تو وہ بھی اُسی طرح دیکھ لے گا۔ (جیسا کہ اُس غوث نے دیکھ لیا تھا) کہ صرف اس زمانہ کے اولیا مراد ہیں . . . بھلا اولیا متقدم ہیں یہ حکم کیونکر جاری ہو سکتا ہے (یعنی شیخ جیلانی کا قدم اپنے زمانہ سے پہلے کے بزرگوں کی گردنوں پر کیونکر ہو سکتا ہے) کیونکہ ان سے پہلے کے اولیا میں تو صحابہ کرام بھی شامل ہیں اور وہ سب کے سب یقیناً شیخ جیلانیؒ سے افضل ہیں اسی طرح یہ حکم اولیائے متاخر و مابعد کے بارہ میں بھی جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ اولیائے مابعد میں حضرت مہدی ہیں کہ خود حضور صلعم نے ان کے آنے کی بشارت دی ہے اور امت کو ان کے آنے پر بڑی مبارکباد دی ہے (جو شیخ جیلانیؒ کے آنے پر نہیں دی۔)

لہ میں نے اس مکتوب کا تھوڑا ہی حصہ نقل کیا ہو آگے چل کر اسی میں لکھتے ہیں "شیخ جیلانی ولایت محمدی کے سرگروہ ہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرا وراثت و پیروی سے نبوت محمدیہ کے کمالات میں ان سے بھی بڑھ جائے بعض مریدان شیخ جیلانی اپنے شیخ کے بارہ میں بہت غلو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیخ جیلانی تمام اولیائے ماقبل و مابعد سے افضل ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے بعد شاید کسی کو بھی ان سے افضل نہیں مانتے اور یہ غلط ہے شاید کچھ لوگ یہ کہیں کہ شیخ جیلانی سے کرامات و خوارق بہت ظاہر ہوئے ہیں اتنے اور کسی سے نہیں ظاہر ہوئے۔ اس لئے وہ سب سے افضل ہیں۔ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ کرامات کی کثرت، افضل ہونے کا معیار نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے ولی سے ایک کرامت بھی ظاہر نہ ہوئی ہو اور وہ زیادہ کرامات والے ولی سے افضل ہو . . . بعض نادان ایسی ہی دلیل سے حضرت علی کو حضرت صدیق سے افضل مانتے ہیں کہ حضرت علی سے خوارق زیادہ ظاہر ہوئے ہیں۔ انتہی

در حضرت مہدی کو خلیفۃ اللہ کہا ہے" الخ

مکتوب ۲۶۸ دفتر اول بنام خانخاناں [اوپر لکھا ہے کہ حدیث "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" میں علماء سے دو علم کے عالم مراد ہیں کیونکہ علم دو طرح کے ہوتے ہیں ایک علم احکام (شریعت و فقہ) دوسرے علم اسرار [یعنی وہ علم جو عوام کے فہم میں نہ آسکے اور اُس کا اظہار مصلحت خلائق کے خلاف ہو۔] مجدد صاحب فرماتے ہیں اصلی وارث نبی وہ ہے جس کو دونوں علوم کا حصہ ملے نہ کہ ایک علم کا۔ کیونکہ وراثت یہی ہے کہ ہر قسم کے ترکہ میں سے حصہ لے۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ علم اسرار یہ ہیں وحدت الوجود۔ شہود وحدت اور کثرت مشاہدہ کثرت در وحدت، بیان احاطہ و سریان و قرب و معیت وغیرہ اور یہی علوم نبوت کا حصہ ہیں حاشا ثم حاشا یہ علوم ہرگز علوم اسرار نہیں اور نہ یہ علوم شانِ نبوت کو شایاں ہیں یہ علوم تو سکر و مستی و غلبۂ حال والے ہیں اور علوم انبیا تو خالص صحو اور ذی ہوشی کے ہوتے ہیں] آگے لکھتے ہیں —— "فقیر نے اپنے کتب و رسائل میں لکھا ہے اور تحقیق کی ہے کہ کمالات نبوت کی مثال ایسی سمجھو جیسے بہت بڑا سمندر اور کمالات ولایت اس کے مقابلہ میں ایک چھوٹا سا قطرہ مگر کیا کیا جائے کہ ایک گروہ اپنی نارسائی اور کج فہمی کے باعث کہتے ہیں "الولایۃ افضل من النبوۃ" [ولایت نبوت سے بڑھکر ہے] بعض نے بڑا زور لگایا تو کہہ اُٹھے کہ "نبی ہی کے اندر کی قوت ولایت، اسکے قوت نبوت سے افضل ہے" مگر حق یہ ہے کہ ان دونوں فریقوں نے نبوت کی حقیقت نہیں سمجھی اور اٹکل پچو حکم لگایا۔ انکی باتوں کا تو مطلب گویا یہ ہوا کہ سکر و مستی و حال افضل ہے صحو و ہوش سے۔ اگر یہ صحو کی حقیقت جانتے ہوتے تو ہرگز سکر کو (اور سکری علوم مذکورۂ بالا مثل وحدت الوجود کو) صحو سے دور کی بھی نسبت نہ دیتے۔ شاید وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خواص (و اخص الخواص مثل انبیا) کا صحو بھی عام مسلمانوں کے صحو و ہوش کیطرح ہوتا ہے کہ اسکو سکر (اور سکری علوم) سے بھی گھٹا دیا ہے...... اسی طرح ولایت کو نبوت سے افضل سمجھنا اور سکر کو صحو پر ترجیح دینا ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص کفر کو اسلام پر ترجیح دے اور جہل کو علم سے اچھا سمجھے ...... دیکھو ایک منصور ہیں جو کہتے ہیں "کفرت بدین اللہ والکفر واجب + لدیّ وعند المسلمین قبیح" اور ایک ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلعم ہیں جو نبی ہیں اس لئے وہ (اللھم انی اعوذ بک من الکفر۔) فرماتے ہیں یعنی آپ کفر (اور کفر کے ہر مصداق وسینے) سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں تو جس طرح حقیقت میں اسلام کفر سے افضل ہے اُسی طرح عالم مجاز میں بھی (عرفائے علما کے نزدیک) اسلام کفر سے بہتر ہے...... سخت تعجب ہے اتنا سمجھنا چاہیئے کہ انبیا علیہم السلام نے جو یہ عظمت و بزرگی پائی ہے نبوت کے راستہ سے پائی ہے۔ ولایت کے راستے سے نہیں۔ ولایت تو نبوت کے سامنے خادم کی حیثیت رکھتی ہے ورنہ اگر (خدا نا کردہ) ولایت ہی نبوت سے افضل ہوتی تو ملأ اعلیٰ

کے ملائکہ جن کی ولایت کا مکمل ہونا اور ساری مخلوق کی ولایت کے مقابلہ میں اکمل ہونا مسلم ہے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہوتے (حالانکہ ایسا نہیں ہے۔) اور ان صوفیہ کا ایک گروہ چونکہ ولایت کو نبوت سے اعلیٰ سمجھتا ہے اس لئے فرشتوں کی ولایت کو انبیاء علیہم السلام کی ولایت سے اکمل سمجھنے لگا اور آخر کار ناچار ملائکہ عالیین کو انبیاء علیہم السلام سے افضل ماننے لگا اور اس طرح جمہور اہلِ سنت سے الگ جا پڑا اور یہ سب حقیقتِ نبوت نہ جاننے کے سبب ہے۔ چونکہ عہد نبوت کے بُعد کے باعث میں نے دیکھا کہ لوگ کمالاتِ نبوت کو کمالاتِ ولایت کے مقابلہ میں حقیر سمجھنے لگے ہیں اسلئے میں نے ذرا تفصیل سے کام لیا ہے۔ والسلام"

۵۔ **مکتوب** ۸ دفتر اول بنام مرشد خواجہ باقی باللہ —— "اہلسنت و جماعت کے علمائے ظاہر چاہے بعض اعمال میں قاصر رہیں مگر حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارہ میں ان کے عقیدوں کی درستی اور صحت کا جمال اسقدر نور رکھتا ہے کہ ان کے عمل کی وہ کوتاہیاں اس نور کے آگے دھندلی اور ناچیز معلوم ہوتی ہیں اور بعض صوفیہ باوجود مجاہدوں اور سخت ریاضتوں کے چونکہ ذات و صفاتِ خداوندی کے بارے میں عقیدہ درست نہیں رکھتے اس لئے ان میں وہ جمال نہیں پایا جاتا مجھے علما اور طلبۂ علوم سے بہت محبت پیدا ہو گئی ہے ان کی روش بہت اچھی معلوم ہوتی ہے اور مجھے آرزو ہے کہ بس اسی گروہ میں رہوں۔"

۶ **مکتوب** ۵۷ دفتر اول بنام شیخ محمد یوسف —— بزرگی تو تمھارے خاندان میں موروثی ہے ابا عن جد چلی آتی ہے پس اس طرح زندگی گزارو کہ اس میراث کے صحیح مستحق اور جائز وارث بھی بنجاؤ یعنی اپنے ظاہر (لباس وضع۔ اعمال) کو ظاہری شریعت کے بالکل مطابق رکھو اور اپنے باطن کو شریعت کے باطن سے جسکو حقیقت کہتے ہیں آراستہ بناؤ کیونکہ (شریعت طریقت حقیقت میں اگر کچھ فرق ہے بھی تو وہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ حقیقت سے مراد حقیقتِ شریعت ہے اور طریقت سے مراد اس حقیقت شریعت کا طریقہ۔ یہ نہیں ہے کہ شریعت دوسری چیز ہے اور طریقت و حقیقت دوسری چیز۔ (یاد رکھو) یہ خیال (یعنی ان تینوں کو جداگانہ سمجھنا اور ان میں ظاہر شریعت کو ناقابل التفات سمجھنا) الحاد اور زندقہ ہے الخ"

د **رد روافض** عموماً علما نے اہل بدعت صرف ان لوگوں کو سمجھ رکھا ہے جو رسوم فاتحہ۔ رسوم مولد۔ رسوم عرس و قوالی وغیرہ پر شریعت کے سادہ، آسان اور بے خرچ والے احکام کے مقابلہ میں اپنے ہی مسرفانہ مراسم و احکام اور فیصلوں پر مصر ہیں اور شیعوں کو ان سے الگ سمجھتے ہیں اور اگر میں غلطی نہیں کرتا تو بعض علما تو ان رافضیوں کو عام اہلِ بدعت سے کچھ اچھا سمجھتے ہیں لیکن پرانے علما کی نظر زیادہ گہری تھی۔ انھوں نے اپنے نور بصیرت سے

دیکھا گیا ہے کہ دین قیم میں سب سے پہلا نیا فتنہ اور نئی نظریئے عقیدہ پھیلانے کیلئے یہودی الاصل ... رہے
تھے بلکہ ابن سبا یہودی کی وہ ذریت پہلے فتنہ کی موجد و محرک تھی جس نے امیر المؤمنین
سیدنا عثمان بن عفان کو شہید کر ڈالا اور اس طرح رسول اکرم صلعم کی اس پیشین گوئی کو پورا کر دکھایا جو
آپ نے فرمائی تھی کہ عثمانؓ کی شہادت ایک سخت فتنہ ہوگی اور ان کی شہادت کے بعد جو فتنہ کا دروازہ
کھل جائے گا جو قیامت تک بند نہ ہوگا یعنی پھر دین میں آئے دن نئے فتنے۔ غرابیاں اور بدعتیں پھیلتی رہیں گی
(وکما قال) گویا حضور نے فتنہ شہادتِ عثمانؓ کو فاتح باب الفتن فرمایا۔ علمائے ربانیین نے دیکھ لیا
کہ رفض کے فتنہ کی عمر دین کے تمام فتنوں سے بڑی ہے اور واقعی یہی فتنہ دیگر فتن و بدعات کی اصل و
جڑ ثابت ہوا۔ مسلمانوں میں فتنہ خارجیت۔ فتنہ اعتزال، فتنہ تشبیہ۔ فتنہ تجسیم۔ فتنہ اسمعیلیت، فتنہ
نصیریت، فتنہ تفریح وغیرہ سب اس کے بعد ہی پھیلے اور آج کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سب فتنے اسی فتنہ رفض
کا نتیجہ اور اُسی کے مختلف عکوس و پرتو نہیں ہیں ؟ ع

گلشن میں ساری آگ لگائی صبا کی ہے

چنانچہ مذکورہ بالا فتنوں میں سے بعضے (مثل خارجیت۔ اسماعیلیت، دکانداری والی صوفیت وغیرہ وغیرہ
تو اسی مادرِ شیعیت کا دودھ پی پی کر قوی اور توانا ہوئے اور ہو رہے ہیں۔!! ؎

اے ابن سبا! لعن خدا بر تو نہ کم باد　　　از فتنۂ تو صبرِ مسلمانِ گلہ دارد"

چنانچہ مبتدع کا لفظ پہلے صرف روافض کے لئے بولا جاتا تھا۔ کہ یہی فرقہ شنیعہ رئیس المبتدعین تھا اور آپ
آج کے علما تو مبتدع بول کر صرف قبر پرستوں کو مراد لیتے ہیں۔

بہر حال ایک مجدد اور وہ بھی مجدد اعظم، فاتح باب مجددیت، اس فتنہ رفض کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا
چنانچہ حضرت مجدد صاحب نے اس خصوص میں بہت کچھ اور بہت خوب لکھا ہے اور جہاں لکھا ہے وہاں لکھتے چلے
گئے ہیں۔ چنانچہ بعض خطوط تو اچھا خاصہ رسالہ بن بن گئے ہیں۔ اس کے چند امثلہ ملاحظہ ہوں :۔

ا مکتوب ۵۴ دفتر اول بنام شیخ فرید ــــــ یہ فقیر آپ سے بہت دور پڑا ہے مجھے کچھ خبر نہیں کہ
آپ کی مجلس میں کس قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجدد صاحب کو کشفاً معلوم ہوا کہ رافضیوں
سے ان کی صحبت ہے) ...... یقین جانیئے کہ مبتدع کی صحبت کی خرابی، دراصل کافر کی ہم نشینی کے خرابیوں سے
بھی بڑھکر ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں بدترین فرقہ اور جماعت وہ ہے جو اصحابؓ پیغمبر علیہ و علیہم الصلاۃ والسلام

ہے بغض اور عداوت رکھتی ہے اللہ تعالیٰ خود ہی قرآن میں ان کو کفار کا نام دیتا ہے "لیغیظ بہم الکفار"

اور یہ صحابہ کی تعریف فرما کر ارشاد ہے کہ یہ اصحاب ایسے اس لیے ہیں کہ ان کو دیکھ دیکھ کر "کفار" حسد ...

میں جلیں مجدد صاحب کا استدلال یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ صحابہ سے بغض کفار کی علامت

اور انکا شعار رہی، اس میں شک نہیں یہ استدلال نہایت بدیع ہے اور قریب دلالۃ النص] دیکھئے تمام دین

کو قرآن و شریعت اگر سکھایا ہی تو صرف جماعت صحابہ نے سکھایا ہی پھر اگر وہی قابل طعنہ ہیں تو (معاذ اللہ) خود

قرآن و شریعت قابل طعنہ ٹھہرتے ہیں۔ قرآن کو جمع کیا ہی حضرت عثمان علیہ الرضوان نے پھر اگر حضرت عثمان ہی

مورد طعن ہیں تو قرآن بھی مورد طعن ٹھہرتا ہی (اللہ پناہ میں رکھے ایسے اعتقاد سے"۔

۲ **مکتوب ۵۸** دفتر اول بنام سید محمود ——— (اور یہ سلسلہ نقشبندیہ کی تعریف کی ہی پھر فرماتے ہیں۔

ان بزرگواران (سلسلہ نقشبندیہ) کا طریقہ بعینہٖ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہیں کیونکہ ان اصحاب کرام

کو حضرت خیر البشر صلے اللہ علیہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں انتہائی کیفیت بھی ابتدائی کیفیت میں سمو کر آتی اور سطح

مل گئی تھی کہ وہ دولت امت کے اکمل ترین اولیا کو انتہائی کیفیت میں بھی نہیں ملسکتی پس یاد رکھئے حضرت

وحشی [جنھوں نے حضرت حمزہؓ عم نبی صلعم کو قتل کر دیا تھا اس کے بعد مسلمان ہو کر آپ کے حضور میں آئے تو

آپنے فرمایا۔ وحشی تم میرے سامنے نہ آیا کرو مجھکو چچا یاد آجاتے ہیں۔ وحشی اسلام لا کر بس یہی ایکبار آنحضور

صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے تھے پھر کسی طرف کو نکل گئے اور حضرت صدیق کے عہد میں ایک جنگ میں

معلوم نہیں کہاں سے نکل آئے اور مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کر گئے] جو صرف ایکبار حضرت خیر البشر کے پاس پہونچے

ہیں وہ بھی حضرت اویس قرنی سے جو تمام تابعین میں افضل ترین ہیں بڑھکر ہیں حضرت عبد اللہ بن المبارک

سے پوچھا گیا کہ حضرت امیر معاویہؓ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبد العزیز تو انھوں نے فرمایا وہ غبار جو رسول اللہ

صلعم کے ساتھ (شرکتِ جہاد کیوقت) حضرت امیر معاویہ کی گھوڑے کی ناک میں گھس گیا تھا وہ بھی حضرت

عمر بن عبد العزیز سے اتنے اور اتنے بار افضل ہی" الخ

۳ **مکتوب ۵۹** دفتر اول بنام سید محمود ——— یہ مکتوب عربی میں ہی ترجمہ فارسی بھی درج ہی ——— قرن

اول میں حضرت صدیق رضہ کی افضلیت پر اجماع امت ہو چکا ہی پس یہ قطعی ہے جس سے انکار ممکن نہیں یہ تمام

اور اہل بیت (اولی و ثانوی) دونوں مثل کشتی نوحؑ کے ہیں جو کشتی پر سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے بچ جائیگا

اور جو الگ رہیگا وہ ہلاک ہو جائے گا بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ دیکھئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب

(اصحابی کالنجوم) بمنزلہ ستاروں کے فرمایا ہے اور سب جانتے ہیں کہ ستاروں ہی سے لوگوں کو (اندھیری رات میں)
راستہ کا پتہ ملتا ہے۔ لیکن اپنے اہل بیت کو کشتی نوح علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے اسمیں اس طرف اشارہ کرنا مقصود
ہے کہ کشتی والوں کو بھی "ستاروں" سے مدد لینے اور انکی رعایت رکھنے بغیر چارہ نہیں تاکہ ہلاکت و غرق کے خوف
سے حفاظت رہے ورنہ بغیر امداد ستاروں کے ہلاکت سے چھٹکارا ممکن ہی نہیں [تشبیہ کا انداز بیان کا
مطلب یہ ہوا کہ صحابہ کی مدد کے سب محتاج ہیں شرع و مذہب کے راستہ پر چلنے میں] اور یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے
کہ بعض صحابہ سے انکار اور ان کو برا کہنا دراصل سب کا انکار اور سب کو برا کہنا سمجھا جائیگا اس لئے کہ صحبت
خیر البشر ہی کی وجہ سے تو وہ صحابی کہلائے ہیں اور اس میں سبھی صحابہ شریک ہیں رضی اللہ عنہم۔" الخ

۴۔ مکتوب ۳۶ دفتر دوم بنام خواجہ محمد تقی —— یہ مکتوب فلسکیپ سائز کے ۲۲ صفحات میں ختم ہوا ہے۔ اور شاید
لفظ "تقی" کی مناسبت سے یا ضرورت سمجھکر مجدد صاحب نے اسمیں "تقیہ" کا بہت ذکر کیا ہے —— مختصر یہ کہ حضرات
شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت ثقہ راویوں کی کثرت کی بنا پر حد تواتر تک پہونچ چکی ہے۔ اس سے انکار کرنا یا
جہالت ہے یا تعصب۔ چونکہ روایتوں سے انکار کی گنجایش نہیں ہے اسی وجہ سے عبد الرزاق —— جو کابر شیعہ
میں سے ہے —— بے اختیار اور مجبور ہو کر حضرات شیخین کی افضلیت کا قائل ہو گیا اور کہنے لگا جب حضرت
علی نے خود ہی اپنے اوپر حضرات شیخین رض کو فضیلت دی ہے تو میں بھی حضرت علی رض کے قول کے موافق حضرات
شیخین کو حضرت علی پر فضیلت دونگا۔ ہاں اگر حضرت علی ان کو افضل نہ کہتے تو میں بھی نہ کہتا۔ میں اس کو گناہ سمجھتا
ہوں کہ کروں تو حضرت علی کی محبت کا دعوی اور پھر ان کے خلاف کروں۔۔۔۔۔ (دو صفحے بعد) عجب معاملہ ہے کبھی سنیوں
کو (یہ شیعہ لوگ) خارجی کہتے ہیں کیونکہ وہ اہل بیت سے ان کی طرح کی) افراط آمیز اور متجاوز عن الحد محبت نہیں
رکھتے اور کبھی ان سنیوں کی اہل بیت سے محض محبت (درجہ معتدل کی بھی) پاکر ان کو رافضی اور شیعہ مشہور کرنے لگتے
ہیں چنانچہ ان رافضیوں نے اپنی جہالت سے سنیوں کے بڑے بڑے ولیوں کو (مثل حضرت سعدی۔ امام شافعی
امام غزالی۔ خواجہ حافظ وغیرہ) جو اہل بیت سے معتدل محبت بھی رکھتے ہیں۔ شیعہ اور روافض مشہور کر رکھا ہے اور
اُن بہتیرے سُنّی علما کو جو افراط محبت اہلبیت سے منع کرتے اور حضرات خلفائے ثلاثہ کی تفضیل میں کوشش کرتے
ہیں ان کو خارجی سمجھتے ہیں —— یہ رافضی تو سنیوں سے بس اسوقت خوش ہونگے کہ سُنّی بھی رافضیوں

لہ مجدد صاحب اسی مکتوب میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا ہے کہ پیغمبر کے بعد افضل البشر
حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر ایک دوسرے آدمی، یہ سُنکر آپکے صاحبزادے محمد بن الحنیفہ نے حضرت علی سے پوچھا کہ ان
دونوں کے بعد تیسرے آدمی شاید آپ ہوں تو آپنے فرمایا نہیں میں نہیں ہوں بلکہ مسلمانوں میں سے ایک اور آدمی ہیں۔

کی طرح بقیہ صحابہ سے تبری کریں اور ان اکابر دین سے بدظن رہیں ـــــ (ڈیڑھ صفحہ بعد) یہ بھی عجیب و غریب
کہ جانشینان رسول صلعم کو گالیاں دینا اس مذہب کا جزو اعظم ہے (دشنام بمذہبے کہ طاعت باشد
معلوم و اہل مذہب معلوم) ـــــ یہ جماعت اپنے گروہ پر رفض (اور رافضی) کا اطلاق کئے جانیسے بہت گھبراتی ہے اور
یہ لوگ اپنے سوا کسی اور کو "رافض" کہتے ہیں اسلئے کہ رافضیوں کے بارہ میں بہت سی عذاب کی دھمکیوں کی خبر
آئی ہیں کاش رفض کے اصل مفہوم سے بھی پرہیز کرتے اور اصحاب پیغمبر صلعم سے بیزاری نہ ظاہر کرتے ـ ہندوستان
کے ہندو لوگ بھی اپنے کو ہندو کہلواتے ہیں مگر لفظ کفر (و کافر) سے پرہیز بھی کرتے ہیں اور دار الحرب کے باشندوں
کو "کفار" سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ یہ غلط سمجھتے ہیں: یہ دونوں گروہ (رافضی اور ہندو) کافر ہیں اور کفر کی حقیقت
ان میں پائی جاتی ہے...... (چند سطروں بعد) اور یہ جماعت اپنے بیان کے مسئلہ تقیہ کی بنا پر اکابر اہل بیت کو
"منافق و مخادع" (دو رُخا اور فریبی) سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت امیرؓ تیس سال تک تقیہ کے ساتھ خلفائے
ثلاثہ وغیرہم کے پاس نفاق کرکے رہے اور غلط طور پر انکی تعظیم و توقیر کی۔ عجب تماشا ہے اگر اہل بیت کی محبت رسول ہی
کی نسبت کے ذریعہ سے ہے تو چاہیئے تھا کہ رسول صلعم کے دشمنوں سے بھی یہ لوگ دشمنی رکھتے.....اور اُن کو گالیاں
دیتے۔ مگر کبھی کسی نے ان کو ابوجہل (جو دشمن رسولؐ تھا اور جس نے آپ کو بیحد ایذائیں دی ہیں اس) کو گالیان
دیتے اور اس کی برائی کرتے نہیں سُنا ـــــ (دو صفحہ بعد) معقول پسند حضرات کو اچھی طرح معلوم ہے کہ تقیہ
تو بزدلی کی صفتوں میں سے ہے اور اس تقیہ کو (حضرت) اسد اللہ (حضرت علیؓ) کیطرف منسوب کرنا نہایت نامناسب
ہے۔ الخ"

خاتمہ: ـ اللہ تعالیٰ ناشکری کے کفر سے ہم مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ خاندان فاروقیہ کے بار احسانات سے اسلامیان
عالم کی گردنیں عموماً اور اسلامیان ہند کی گردنیں خصوصاً کبھی نہیں اُٹھ سکتیں احسانات خداوندی اور احسانات حضرت
رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد غالباً سب سے زیادہ احسانات مسلمانوں پر اسی خاندان عظیم الشان (علی جدہ و ابنائہ
الکرام الرحمۃ والمغفرۃ والرضوان) کے ہیں مولوی محمد محسن الملک مرحوم نے آیات بینات میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ "اگر حضرت عمرؓ
کی ذات بابرکات نہ ہوتی تو آج ہندوستان میں اتنے مسلمان نہ ہوتے بلکہ کہیں سومنات، کاشی، پریاگ
اجودھیا کے مندروں میں پنڈے بنے ڈنڈوت کرتے نظر آتے" لیکن اس سے نیچے اُتر کر بھی اگر نظر انصاف سے
دیکھئے گا تو ماننا پڑیگا کہ عہد فاروقی کے بعد بھی ابتداعِ اتباعِ ہوی اختلاط اجانب تشبہ با اغیار کی دیمکوں نے
متاع ایمان کو چاٹ کر کسقدر کھوکھلا کر دیا تھا اور اگر مختلف اوقات میں خانوادہ فاروقیہ ہی سے حضرات (۱) شیخ احمد سرہندی

(بقیہ ۱۸۲ ملاحظہ ہو) فاروقی (۲) شاہ ولی اللہ دہلوی فاروقی (اور اُن کا کل (۳) حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی فاروقی مہاجر مکی

(۴) حضرت حکیم الامت قطب الہند والعالم امام العلماء فی العصر مولانا شاہ اشرفعلی صاحب مد اللہ ظلہ وسلمہ وعافاہ تھانوی فاروقی

(۵) حضرت امام اہلسنت وجماعت حجۃ الاسلام مولانا الحاج محمد عبدالشکور صاحب کاکوروی فاروقی جیسی مقدس وبابرکت

ومفید ونافع ہستیوں کی شکل میں احسانات الٰہی ورحمت حضرت رسالت پناہی صلعم کا ظہور نہ ہوتا تو کیا محسن الملک مرحوم کے

الفاظ میں پھر مسلمانانِ ہند، ہندوؤں کی کسی تیرتھ میں بم بم کرتے نظر آتے ؟ !!